Global Journal of Management, Social Sciences and Humanities
Vol 3 (3) July-Sept, 2017 pp.136-152.
ISSN 2520-7113 (Print) ISSN 2520-7121 (Online)
www.gjmsweb.com. editor@gjmsweb.com

بر صغیر کا نظامِ تعلیم و تربی: سید مناظر احسن گیلانی کے افکار کا خصوصی مطالعہ

محمد عارف[1]، ڈاکٹر عبدالغفور اعوان[2]

ABSTRACT-Muslims have a brilliant past in Sub-Continent before the British rule. They had a logical educational system over here but unfortunately as the British ruled prevailed in Sub Continent, they brought their own specific educational system and implemented it here. This system lasted so many impacts in the Muslim society of Sub Continent. They ruled about one and half century but the impacts of their targeted educational system still exist clearly in after word educational system. For Muslims scholars of the time wrote upon it and pointed out the negative effects of said system. Among them was Sayeyd Manazir Ahsan Gillani who deeply studied the former Muslim educational system, the British educational system and after words system. He very logically elaborated the impacts of British rule on Sub-Continent and its educational system in his book "The educational system of Muslims in Sub-Continent". In this paper, we will describe his thoughts and do hope the modern educational system may get a clear guide line from it.

Key words: Islamic Education system, British education system, Modern education system.
Type of study: **Original research article**
Paper received: 15.04.2017
Paper accepted: 05.06.2017
Online published: 01.07.2017

1. Research Scholar, Department of Islamic Studies, Institute of Southern Punjab, Multan.
2. Dean, Faculty of Management, Social Sciences and Humanities, Institute of Southern Punjab, Multan-Pakistan. ghafoor70@yahoo.com.

Global Journal of Management, Social Sciences and Humanities
Vol 3 (3) July-Sept, 2017 pp.136-152.
ISSN 2520-7113 (Print) ISSN 2520-7121 (Online)
www.gjmsweb.com. editor@gjmsweb.com

تعارف

مولانا سید منا ظرا حسن گیلانی اپنے دور کے علمائے کرام میں ایک خاص شان کے بزرگ تھے ۔ آپ کا نام کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ مسلمانوں کی تعلیم وتربیت کے حوالے سے جن علما ءکرام نے نمایاں خدمات سر انجام دیں ان میں آپ کا نام سنہری حروف میں لکھنے کے قابل ہے 1857ء کے ہنگامے کے بعد انگریزوں نے ہند وستان کی سر زمین پر قبضہ کر لیا۔مسلمانوں کی قومی زندگی اور دین ومذہب داو پر لگ گیا ۔مسلمانوں کی تعلیم دو سمتوں میں بٹ گی ۔ایک قدیم اور دوسری جدید۔جدید مغربی نظام تعلیم نے مسلمانوں کی تہذیب وثقافت اوردین اسلام کو بہت متاثرکیا۔لہذا مولانا گیلانیؒ نے قدیم اور جدیدمدارس،سکولوں اورکالجوں کی تفریق ختم کرنے کے لیے نظریہ وحدت نظام تعلیم پیش کیا جس میں دینی اور دنیاوی تعلیم پرمشتمل یکساں نصاب شامل تھا۔علاوہ ازیں مولانا مناظراحسن گیلانی نے اپنی کتاب ہندوستان میں مسلمانوں کا نظام تعلیم وتر بیت میں نہایت جامعیت اور تفصیل سے اپنے نظام تعلیم وتربیت کے بارے میں افکار بیان کیے ہیں ۔آپ نے اپنے مخصوص طرز انشاء میں بتایا ہے کہ ہندوستان میں شروع سے لے کر اب تک مسلمانوں کا نظام تعلیم وتربیت کیا رہا ہے۔ابتداءمیں برصغیر کے نظام تعلیم و تربیت کا عمومی جا ئزہ پیش کیا جاتا ہے۔برصغیر پاک و ہند ایک لمبے عرصہ تک اسلام کی دولت سے محروم رہا۔ حضرت عمر فاروقؓ جب مسند خلافت پر جلوہ گر ہوئے تو آپؓ نے دور دور کے علاقوں میں تمام اقوام عالم تک دین اسلام کو پہنچانے کی کامیاب سعی کی۔ پروفیسر سعید احمد رفیق اپنی کتاب ''مسلمانوں کا نظام تعلیم''میں برصغیر میں اسلا م کی ابتداء کے بارے میں لکھتے ہیں:

''برصغیر پاک و ہند اسلامی عالمگیر تحریک سےکافی عرصہ تک روشناس نہ ہو سکا۔ گوخلیفہ ثانی حضرت عمرفاروقؓ کےزمانے میں مغربی ساحل پرتھا اور بہروچ کے مقام پر موجودہ بمبئی کے قریب حکیم بن ابی العاص نے ہند پر حملہ کیا اوراس کے بعد چھوٹی چھوٹی جھڑپیں ہوتی رہیں لیکن ان جھڑپوں کو نظر انداز کرتے ہوئے حقیقتاً پہلا حملہ جو اس برصغیر پر سیاسی طور سے اثر پذیرکہا جا سکتا ہے۔ خلیفہ ولید کے زمانہ میں محمد بن قاسم کا حملہ تھا۔ اس نے تین سال کے اندراندرسندھ اور ملتان کو فتح کر کے برصغیرپاک و ہند کے ایک حصہ میں مسلمانوں کی سلطنت قائم کی جو باوجوداتنی مختصرہونے کے اس قدر مستحکم تھی کہ تین سو سال تک قائم رہی اور آخر محمودغزنوی نے ا سے ختم کیا۔''(۱)

سلطان محمود غزنوی علم سے محبت کرنے والے حکمران تھے۔آپ ۳۶۷ھ ۹۹۷ء میں ہندوستان میں داخل ہوئے اور ایک عظیم اسلامی مملکیت کی بنیاد رکھی جو مختلف مراحل اور خاندانوں سے گزرتی ہوئی ۱۸۵۷ء تک باقی رہی۔ الغرض انگریز حکومت کی آمد سے پہلے برصغیر کے نظام تعلیم و تربیت

Global Journal of Management, Social Sciences and Humanities
Vol 3 (3) July-Sept, 2017 pp.136-152.
ISSN 2520-7113 (Print) ISSN 2520-7121 (Online)
www.gjmsweb.com. editor@gjmsweb.com

میں مسلمان حکمرانوں جیسے خاندان غلاں، جلال الدین خلجی، علاؤالدین خلجی، خاندان تغلق، لودھی خاندان اورمغلیہ خاندان نے اہم کردار ادا کیا۔ تعلیمی نظام کو چلانے کیلئے حکومت صرف مالی امداد مہیا کرتی تھی۔حکومت طلبہ اور اساتذہ کی مالی ضروریات کا خیال رکھتی تھی۔ جبکہ اساتذہ تعلیمی تدریسی طریقےاور تعلیمی نصاب اپنی مرضی سے منتخب کرتی تھی۔ حکومت عوامی فلاح و بہبود اور تعلیمی ترقی کیلئے مکمل دلچسپی کا مظاہرہ کرتی تھی۔ اس زمانے میں اساتذہ اور مدارس بالکل آزاد تھے اور حکومت مدارس کے تعلیمی معاملات میں دخل اندازی نہیں کرتی تھی۔ محمود غزنو ی نے احیائے اسلام اور علم کی اشاعت کو اپنی زندگی کا مقصد بنایا۔ محمد شہاب الدین غوری اور اس کے نائب قطب الدین ایبک نے بھی تعلیم کو عام کرنے کیلئے کوششیں کیں۔ الغرض قطب الدین ایبک تا بہاد ر شاہ ظفر تمام بادشاہوں نے برصغیر میں علم کی ترقی میں اہم کردار ادا کیا۔ان کے علاوہ عوام،امراءاور علماء بھی اپنی طرف سے اشاعت علم وہنر میں پورے طور پر کوشاں تھے۔ ان سب کی کوششوں کا نتیجہ تھا کہ آج سے صدیوں بیشترجب کہ یورپ میں تعلیم گرجا کے حلقہ اثرمیں ہو نے کی وجہ سے ایک مخصوص جماعت کے قبضہ میں تھی لیکن برصغیر پا ک وہند میں دیگر اسلامی ممالک کی طرح تعلیم عام اور آزاد تھی اور اس کے حاصل کرنے میں نہ کسی قسم کی پابندی تھی اور نہ مشکل۔ (۲)

سلاطین دہلی اور مغلیہ دور میں نظام تعلیم کو چلانے کیلئے صدرالصدور کے نام سے ایک عہدہ مقرر تھا۔جونہ صرف اساتذہ اور علماء کی تنخواہوں کی کا بندوبست بلکہ انہی علماء میں سے قاضیوں اور مفتیوں کا تقرر بھی کرتا تھا۔وہ غرباء ،یتیم ،مسکین اور اپاہج لوگوں کی سرکاری خزانے سے مدد کا بندوبست بھی کرتا تھا۔مختلف شہروں کے قاضی اور مفتی انہی علماء میں سے مقررکئے جاتے تھے اور مدرسوں میں اساتذہ بھی انہی عالموں میں سے مقرر کئے جاتے تھے۔ ان کی تنخواہیں باقاعدہ شاہی خزانے سے ادا ہوتی تھیں۔ بعض اوقات ان مدارس کے لئےجاگیریں وقف کر دی جاتی تھی۔غرض جہاں تک مالی امداد کا تعلق ہے مسلمانوں کے عہد میں اساتذہ اور طلباء سب کو مالی امداد ملتی تھی۔ مختلف بادشاہوں اور امیروں نے اس برصغیر میں سینکڑوں نہیں ہزاروں مدارس قائم کئے۔ یہ مدارس ملک کے کونے کونے میں پھیلے ہوئے تھے اور تعلیم عام کے زبردست مراکز تھے۔(۳)

مسلمان بادشاہوں نے علم و ادب سے انتہائی محبت کا ثبوت دیا ۔ ان کے عہد میں علم و ادب نے خوب ترقی کی اور تعلیمی ترقی کا شاندار منظر سامنے آیا۔ سلاطین کے دور میں تمام تعلیمی ادارے نہایت سرعت سے ترقی کی منزلیں طے کرتے ہوئے کمال کو جا پہنچے اور خلجی حکمرانوں کے زمانہ میں دہلی عالم اسلام کا سب سے بڑا مرکزبن گیا۔پروفیسر سعید اختر نے ابن بطوطہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ ان دنوں ہندوستان علم و فنون کا سب سے بڑا مرکز اور کم و بیش تمام وسط ایشیا کے شائقین علم تحصیل

Global Journal of Management, Social Sciences and Humanities
Vol 3 (3) July-Sept, 2017 pp.136-152.
ISSN 2520-7113 (Print) ISSN 2520-7121 (Online)
www.gjmsweb.com. editor@gjmsweb.com

علم کی خاطر یہا ں آیا کرتے تھے۔(۴)اور خلیق نظامی کے الفاظ میں بخارا و سمر قند کے علماء کی تصانیف اسی وقت مانی جاتیں۔ جب ہندوستان بالخصوص دہلی کے علماء ان پر تصدیق کر دیتے۔(۵)

ہندوستان میں سلاطین دہلی کے عہد میں مدارس کے لئے الگ عمارتیں بنانے کا دستور نہ تھااور عموماً یہ کام مساجد سے لیا جاتا تھامساجد کے علاوہ بزرگان دین کی خانقا ہیں بھی مدارس کا کام دیتی تھی اس دور کے مشائخ عظام صرف مشائخ طریقت ہی نہ تھے۔بلکہ وہ مدارس شریعت بھی تھی اور ان کی خانقاہوں کے لئے جو اوقات حکومت کی طرف سے مقرر تھے۔ان کی آمدن طلباء کے وظائف اور تعلیم کے اخراجات پر صرف کی جاتی تھی علاوہ ازیں دربار کے عظیم الشان مقبروں کے ساتھ بھی مدارس کا قیام ضروری تھااور سلاطین کو مساجد اور مدارس بنانے کا شوق تھا۔ لہٰذاامراء دربار بھی ان کی پیر وی کرتے تھے بڑے بڑے معتبر علماء کرام کے مکان دارالعلوم کی حیثیت رکھتے تھے۔ حکومت نے علماء کرام کو فکر معاش سے آزاد کردیا تھا۔ علم و حکمت کے پیا سے ان کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے علم کی پیاس بجھاتے تھے۔(٦)

نظام الملک طوسی (٤٨٥ھ ١٠٩٢ء) مشہور بادشاہ سلجوق کا وزیر اعلیٰ تھا۔ جہاں انہوں نے اعلیٰ وارفع رفاہی، اصلاحی، تعمیری اور فوجی کام کیے وہاں ادب و تعلیم کو بھی فروغ دیا۔ان کے زمانے میں اشاعت تعلیم اور قیام مدارس میں غیر معمولی ترقی ہوئی۔ انہوں نے درس نظامیہ کیلئے کئی مدارس قائم کیے۔ان مدارس میں اعلیٰ تعلیم یافتہ اساتذہ، دانشور اور ماہرین فنون درس و تدریس پر مامور تھے۔ان مدارس کی وجہ سے عالم اسلام میں درس وتدریس کو بہت فروغ حاصل ہوا۔درس وتدریس کا ایک ڈھانچہ بن چکا تھا۔نصاب تعلیم مرتب ہوچکا تھا۔ان میں تنخواہ دار اساتذہ مقرر کئے جاتے تھے۔ہر فن میں ماہر اساتذہ موجود تھے ۔ان کی بے حد حوصلہ افزائی ہوتی تھی۔ اساتذہ مسابقت کے جذبہ سے سرفراز ہوتے تھے۔یہ تمام تعلیمی روایات خراسان سے غوریوں کے ہاتھوں ہندوستان میں منتقل ہوئی تھیں ۔یہاں ان کو خوب فروغ حاصل ہوا ۔ بعد کے زمانہ میں کچھ تغیرات بھی ہوئے ۔نصاب تعلیم میں ردو بدل ہوا ۔ مضامین تدریس میں اضافہ ہوا ۔ تاہم بنیادی ڈھانچہ وہی رہا۔ اس تدریس کے تین مراحل تھے ۔

۱۔ **مکتبہ قرآن مجید**: ناظرہ اور فارسی زبان کی ابتدائی تعلیم ۔

۲۔ **مدرسہ فارسی :** فارسی زبان اور پھر اس کے ذریعے دنیاوی علوم کی تعلیم حاصل کرنا ۔

۳۔ **مدرسہ عربی :** عربی زبان ، دینی علوم اور علوم عالیہ کی تعلیم حاصل کرنا ۔(۷)

مغل دور کا نصاب:

Global Journal of Management, Social Sciences and Humanities
Vol 3 (3) July-Sept, 2017 pp.136-152.
ISSN 2520-7113 (Print) ISSN 2520-7121 (Online)
www.gjmsweb.com. editor@gjmsweb.com

۱۔نثر ۔نسخہ تعلیمات :تعلیم عزیزی ،دستورالیہیان ، مادورام ،انشاءفائق،انشاء خلیفہ ،رقعات عالمگیر،گلسن،دفتر ابوالفضل ،بہاردانش وغیرہ۔

۲۔نظم :کریما ،خالق باری ،بوستان ،یوسف زلیخا، قصائد عرفی، قصائد بدرچاچ۔

سکندر نامہ وغیرہ ۔اس کے ساتھ خطوط نویسی کے آداب سرکاری مراست ،عدالتی اور قانونی دستاویزات لکھنےمیں مہارت پیداکی جاتی تھی۔ اس سے وسعت مطالعہ کا پتہ چلتا تھا ۔یہ گویا تحقیق اورصحیح مطالعہ کا طریقہ تھا۔اس تعلیم کی اصل خوبی اس کے طریقہ تدریس میں پنہاں تھی۔(۸)

نصاب کتب درجات عربیہ معروف یہ درس نظامی:

درس نظامی میں درج ذیل کتب شامل تھیں۔

۱۔ علم صرف میزان،پنج گنج،زیدہ،فصول اکبری ،شافیہ ،منشعب،صرف میر،

۲۔ نحو ،نحومیر ،شرح مائتہ عامل،ہدایت النحو ،قافیہ،شرح جامی۔

۳۔ منطق وفلسفہ،صغریٰ،اکبریٰ ،تہذیب ،شرح تہذیب،قطبی،حصہ میر ،سلم العلوم

۴۔ حکمت ،میلبیدمی شمس بازغہ ۔صدرا۔

۵۔ ریاضی ۔خلاصہ الحساب ،تحریراقلیدسن ومقالہ اولیٰ تشریح الافلاک ،رسالہ قوشجیحہ،شرح، چغمنی۔

٦۔بلاغت ،مختصر معنی مطول (بحث تامااناقلت)۔

۷۔فقہ۔شرح وقایہ اولین ھدایہ(آخرین)۔

۸۔اصول فقہ۔نورالانوار ،توضیع تلویح ،مسلم الثبوت (مبادی کلامیہ)۔

۹۔کلام شیرح عقائد ۔نسفی،شرح عقائدجلالی،میرزاہد ،شرح مواقف۔

۱۰۔ تفسیر ،جلالین ،بیضاوی (سورۃ البقرہ)۔

۱۱۔ حدیث ،مشکوہ المصابیح(۹)

مدت تعلیم:

یہ سارا نصاب ایک متوسط طالبعلم سات سال میں ختم کر لیتا تھا۔ درس نظامیہ کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ آج بھی یہ نصاب چند تبدیلیوں کے ساتھ مختلف مدارس میں پڑھایا جا رہا ہے۔ اور یہ نصاب حکومت پاکستان سے منظور شدہ ہے۔ درس نظامی کے نصاب کو پڑھنے کے بعد اور سند فراغت حاصل کرنے کے بعد طلبہ اس قابل ہو جاتے ہیں کہ وہ اپنے دینی و دنیاوی معاملات کو گہری بصیرت اور ذہانت سے حل کر سکیں ۔ طلبہ کے اندر خود اعتمادی پیدا ہو جاتی ہے۔

Global Journal of Management, Social Sciences and Humanities
Vol 3 (3) July-Sept, 2017 pp.136-152.
ISSN 2520-7113 (Print) ISSN 2520-7121 (Online)
www.gjmsweb.com. editor@gjmsweb.com

لیکن برصغیر کے قدیم نظام تعلیم و تربیت کو انگریزوں نے ختم کرکے جدید مغربی نظام تعلیم کو نافظ کر دیا جس نے مسلمانوں کی زندگیوں کو بہت متاثر کیا۔ مغربی نظام کی بالا دستی اور اس کا اثر ہماری ارض وطن کے لوگوں پر نمایاں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مغرب نے برصغیر پر کم و بیش دو صدیوں تک حکومت کی۔ اس دوران اس کو سیاسی اور فکری غلبہ حاصل رہا۔ تقریباً ڈیڑھ سو سال تک اپنا نظام تعلیم رائج رکھا۔ اس نظام نے یہاں کے لوگوں پر دیرپا اثرات مرتب کیے۔یہاں ہم اس نظام کے منفی اور مثبت پہلوؤں کو زیر بحث لائیں گے۔

مغربی تعلیم کے منفی اثرات:

۱۔ مغربی نظام تعلیم نے ایسی کھیپ تیار کی جن کا ذہنی معیار شرمناک حد تک پستہ اور ظاہری ٹیپ ٹاپ کے سواکچھ نہیں ۔ برطانوی نظام تعلیم تقریباً ڈیڑھ دو صدی تک اس خطے پر مسلط رہا اور اپنے وفاداروں کی کھیپ تیار کی جو بظاہر ہندوستانی تھے لیکن مزاجاً کالے انگریز تھے ۔ مغربی نظام تعلیم کے رخصت ہونے کے بعد ان کالے انگریزوں نے ملک و قوم کو شدید نقصان سے دوچار کیا۔ چنانچہ ایک خطبہ میں سرسید صاحب فرماتے ہیں:

''بنارس کالج نے سنسکرت میں کوئی ایسا پنڈت پیدا نہیں کیا جو شو الہ گھاٹ کی سیڑھیوں پر بیٹھنے والے پنڈتوں جیسا فاضل ہو۔ یونیورسٹی کالج لاہور نے بلخ و بدخشاں کے طلباء کو تعلیم تو دی لیکن مساجد میں بیٹھنے والوں کے برابر عربی فارسی کا کوئی عالم پیدا نہیں کیا''۔(۱۰)

مزید لکھتے ہیں:

'' ہندوستان کی ترقی اس وقت ہوگی جب وہ اپنی قوت سےبلامداخلت گورنمنٹ اور اس کے افسروں کے اپنی صوابدید اور اپنی مرضی کے موافق تعلیم کا بندو بست کریں گے''۔ (۱۱)

۲۔مغربی نظام تعلیم کا یک بڑا اور بنیادی نقص یہ ہے کہ یہ انسان کو کوئی مقصد زندگی اور جہت زندگی نہیں دیتا۔ تعلیم حاصل کرنے کا نصب العین کیا ہے؟ ۔ بس تعلیم اور نوکری۔ نوکری نہیں ملی تو تعلیم فضول۔ یہی ذہن لے کر ایک پڑھا لکھا آدمی آگے پڑھتا رہتا ہے اور اس میں کوئی اعلی اخلاقی قدریں پیدا نہیں ہوتیں۔ وہ رشوت بھی لیتا دیتا ہے، جھوٹ بھی بولتا ہے، دھوکہ بھی دیتا ہے۔ وہ مسلمان ہونے کے باوجود بے مقصد زندگی گزار دیتا ہے ۔ مولانا مودودی بڑے فاضلانہ انداز میں مغربی نظام تعلیم کے اداروں کا یوں جائزہ لیتے ہیں:

''ان درس گاہوں میں آپ کو فلسفہ، سائنس، معاشیات، قانون، سیاسیات، تاریخ، اور دوسرے وہ تمام مضامین پڑھائے جاتے ہیں جن کی مارکیٹ میں مانگ ہے۔ مگر آپ کو اسلام کے فلسفے ، اسلام کی اساس حکمت، اسلام کے اصول قوانین ، اسلام کا نظریہ سیاسی اور فلسفہ تاریخ کی ہوا تک نہیں لگنے دی جاتی ۔ اس کا

Global Journal of Management, Social Sciences and Humanities
Vol 3 (3) July-Sept, 2017 pp.136-152.
ISSN 2520-7113 (Print) ISSN 2520-7121 (Online)
www.gjmsweb.com. editor@gjmsweb.com

نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ آپ کے ذہن میں زندگی کا پورا نقشہ اپنے تمام جزئیات اور تمام پہلوؤں کے ساتھ غیر اسلامی خطوط پر بنتا ہے۔''(۱۲)

۳۔ مغربی نظام تعلیم دینی روایت سے ہٹ کر تشکیل دیا گیا ۔ تمام پروگرامز کو آزادی کا نام دے کر دین سے دوری پیدا کی جاتی ہے۔ مادر، پدر آزادی کو اصل آزادی کا نام دے کر ملک و قوم کو گمراہ کیا جاتا ہے۔ ہرمعاملے میں بنی نوع انسانی کی حدود قیود کو ختم کر دیا جاتاہے۔ جو کہ ایک ملک وقوم کےلیے انتہائی نقصان دہ ہیں۔ مغربی نظام تعلیم نے انسان او ر حیوان کے درمیان تمیز ختم کر دیاور انسانی معاشر ےکو جانوروں کی طرح آزاد کر دیا ۔وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی تعلیمات کو بھول گیااور مغربی تہذیب کا دلدادہ بن گیا۔پروفیسر سید محمد سلیم لکھتے ہیں:

''اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ زمانے نے مغربی تہذیب نے ،انگریزی تعلیم اور انگریزی سو سائٹی نے ہم مسلمانوں میں ایک نئی بیماری پیدا کردی ہے جو تعصب اور تقلید سے بھی زیادہ مہلک ہے۔ جس کا نام ہے آزادی۔''(۱۳)

۴۔مغربی نظام تعلیم ذہنوں میں وسعت اور فکری بلندی پیدا کرنے سے قاصر ہے۔ اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ یہ نظام تعلیم مادیت پرستی پر مبنی ہےمال ودولت اور دنیاوی فکر میں ہر لمحہ غرق رہتا ہےاس کی سوچ گھٹیا اور پست ہو جاتی ہے۔ہر ایک زبان حال سے یہی کہہ رہا ہے :

بابر بہ عیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست

اس روش کو لوگ عقل مندی کی دلیل سمجھتے ہیں اور آخرت کی فکر کرنے والوں کو قدامت پسند اور حالات حاضرہ سے نابلد کا نام دیتے ہیں۔اور ایسے لوگوں کو یہ طعنہ دیتے ہیں کہ حالات کی نزاکت کو نہیں سمجھتے۔

علامہ شبلی نعمانیؒ ایک عظیم مصلح اور ماہر تعلیم تھے۔وہ لکھتے ہیں:

'' یہ امر خاص طور سے قابل توجہ ہے کہ اس وقت جو جدید تعلیم تمام ہندوستان میں دی جاری ہے اس کی نسبت تمام اہل رائے نے تسلیم کی ہے کہ وہ ہماری ضرورتوں کے لیے کافی نہیں۔ لیکن چونکہ بغیر اس طریقہ تعلیم کے سرکاری نوکریاں مل نہیں سکتیں اس لیے چارو ناچار اس طریقہ تعلیم کو اختیار کرنا پڑتا ہے۔ لیکن یہ ظاہر ہے کہ اس طریقہ تعلیم میں ہماری مذہبی اور قومی خصوصیات کا کوئی انظام نہیں اس میں نہ مذہبی تعلیم ہے نہ قومی تاریخ سے کچھ واقفیت حاصل ہو سکتی ہے نہ اسلامی اخلاقی اور مسائل اخلاقی کا علم ہوسکتا ہے۔ ۔''(۱۴)

۵۔ مغربی نظام تعلیم میں افرادکی شخصیت میں جامعیت پیدا نہیں ہوتی بلکہ افرادکی شخصیت یک رُخی بن کر رہ جاتی ہے ۔ پروفیسر سید محمد سلیم لکھتے ہیں:

Global Journal of Management, Social Sciences and Humanities
Vol 3 (3) July-Sept, 2017 pp.136-152.
ISSN 2520-7113 (Print) ISSN 2520-7121 (Online)
www.gjmsweb.com. editor@gjmsweb.com

''یہ یک رخا نظام تعلیم ہے اور طالب علم کی مکمل شخصیت کی تربیت کے لیے ناکام ثابت ہوا ہے۔یہاں صرف کتابی تعلیم ہے۔کچھ ایسی معلومات فراہم کرنا جن کو اس کے بڑے اس کےلیے مفید خیال کرتے ہیں۔ یامحص لکھنا پڑھنا۔ اس کے رحجانات، جذبات اور اس کے شوق کے لیے یہاں کوئی مقام نہیں۔ ہماری تعلیم طالب علم کی شخصیت کے صرف ایک جزو سے بحث کرتی ہے''۔ (۱۵)

٦۔ غلام اقوام کے عادات واطوارمیں غلامانہ ذہنیت کے اثرات واضح دکھائی دیتے ہیں۔وہ سیاسی آزادی حاصل کرنے کے بعدبھی غلام ہی رہتے ہیں۔آج کے دورمیں ہمارے ذہنوں پر انگریزی زبان کی دھاک بیٹھی ہوئی ہے۔ہم اپنی بول چال میں انگریزی الفاظ کا استعمال کرتے ہیں اردوکے الفاظ کا استعمال مجبوراً کرتے ہیں جوہمارے لیے لمحۂ فکریہ ہے۔ علامہ سید سلیمان ندویؒ لکھتے ہیں:

''ہمارے ہاں بدقسمتی سے یہ حالت ہے کہ سارے انگریزی خوان دوست، اردو اخبارات اور تصنیفات کو ہاتھ لگانا تک جرم سمجھتے ہیں۔ ترجمہ کے لیے انگریزی کی دو سطریں دیجیے تو یہ کہہ کر مغرورانہ انداز سے کاغذ میز پر رکھ دیتے ہیں کہ ''بڑی مشکل ہے کہ اس کے لیے اردو میں الفاظ نہیں''۔ اردو میں الفاظ نہیں یا آپ کی نظر میں وسعت نہیں۔ دو چار جملے بھی انگریزی زبان کی غیر ضروری آمیزش کے بغیر اردو کے نہیں بول سکتے بلکہ اپنی قومی زبان سے ان کو ایک گونہ نفرت سی ہے اور اس میں لکھنا پڑھنا اپنے لیے عا رسمجھتے ہیں''۔(١٦)

مذکورہ بالا بحث سے یہ پتہ چلتاہے کہ استشراقی نظام تعلیم نے مسلمانوں پرخطرناک اثرات چھوڑے ہیں۔ مسلمانوں کی تعلیم وتربیت میں کوئی کردارادانہیں کیا بلکہ امت مسلمہ کا نقصان ہی ہواہے۔اس میں اچھائی کا پہلو نظرنہیں آتالیکن اس ساری صورت حال کا جائزہ لینے کے بعد دیکھا جائے تو یہ نظام تعلیم دوصدیوں سے دنیا کے مختلف ممالک میں کامیابی سے چل رہاہے،اس نظام کو اپنانے والے نہ صرف مغرب میں ہیں بلکہ اہل مشرق بھی ہیں۔ اور ان میں بعض اسلامی ممالک بھی ہیں جو اہل مغرب کو پسند نہ کرنے کے باوجود ان کے دیے ہوئے نظام تعلیم کو چلارہے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ اس میں بہت سی خامیوں کے باوجود ضرور کچھ خوبیاں ہیں ۔ جو اس کے بقا کی ضامن ہے وگرنہ یہ نظام کب کا دفن ہو چکا ہوتا۔

مغربی نظام تعلیم کے مثبت اثرات:

ہم غیر جانبداری سے کام لیتے ہوئے اس نظام تعلیم کے مثبت پہلوؤں کا جائزہ لینا بھی انصاف کا تقاضہ سمجھتے ہیں ورنہ اس نظام کے ساتھ انصاف نہ ہوگا۔

١۔ اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے جوتمام بنی نوع انسانی کی فلاح و بہبود کا ضامن ہے۔اسلام کے اصول و ضوابط اور افکار و خیالات میں کسی قسم کے تغیروتبدل کی گنجائش موجودنہیں ہے۔اگر کوئی ایسا سوچے گا تو ایمان اور اسلام سے اپنا ہاتھ دھوبیٹھے گا۔لیکن اس سے ہٹ کر جو اصول و ضوابط

Global Journal of Management, Social Sciences and Humanities
Vol 3 (3) July-Sept, 2017 pp.136-152.
ISSN 2520-7113 (Print) ISSN 2520-7121 (Online)
www.gjmsweb.com. editor@gjmsweb.com

ہمارے بڑوں نے اپنے اپنے حالات و ضروریات کے مطابق انسانی سوچ کے تحت وضع کیے ان کو بھی ہم ہاتھ لگانا یا اس کے بارے میں غور و فکر کرنا بھی ہم گناہ سمجھتے تھے اور اگر کوئی ایسا سوچنے کاارادہ ہی کرتا تو ہر طرف سے یہ آواز آتی ہے کہ یہ بڑوں کا گستاخ ہے۔

اگر کوئی ''بڑوں اور وڈیروں'' کی بات کی منطق پوچھتا ہے تو یہی جواب ملتا ہے کہ ہمارے بڑے بوڑھے ایسا ہی کرتے آئے ہیں۔ اس تعلیم کی بدولت برصغیرکے لوگ خواب غفلت سے بیدارہوئے،جدیدعلوم سے آشنا ہوئے اور جلد ہی ترقی یافتہ قوموں کے برابر کھڑے ہوگئے۔

۲۔ مغربی نظام تعلیم نے مسلمانوں پر منفی اثرات چھوڑے۔اس نظام تعلیم نے جہاں مسلمانوں کودینی اوراخلاقی طورپر نقصانات سے دوچارکیاوہیں مسلمانوں کے دینی تشخص کو بری طرح مجروح کیا۔دوسری طرف انگریزوں اور مغرب ذدہ لوگوں سے روبط کی وجہ سے مسلمان سائنسی علوم میں ترقی سے آشنا ہوئے،اگرچہ یہ مسلمانوں کی گم شدہ میراث تھی۔آج پاکستان دنیا کے نقشے پر ایک ایٹمی قوت کے طورپراپنی حیثیت منوا رہاہے۔ اس حقیقت کے بارے میں کارل مارکس مشہور ماہر اقتصادیات رقمطراز ہیں:

'' ہر چند کہ برطانوی حکومت ''خبیث ترین'' مفادات کی تابع تھی لیکن اس نے برصغیر کی سماجی اورمعاشی ترقی میں تاریخ کے ایک لا شعوری وسیلہ کا کردار انجام دیا ہے۔ سامراجی مقاصد کے تحت حکومت ہند نے تعلیم اور مواصلات کی ترقی کے ساتھ ''قوم پرستی''اور حکومت خود اختیار کو ترقی دی ۔ جس کے بعد جمہوریت کے لیے میدان ہموار ہوا ہے''۔(۱۷)

الغرض مغربی نظام تعلیم نے اہل وطن کو دقیانوسی افکار و خیالات سے نکا ل کر جدید افکار، جدید عصری علوم اور جدید سائنس سے متعارف کروایا ہے۔جہاں مغربی نظام نے مسلمانوں کو دینی اور اخلاقی طور پر نقصان پہنچایا وہاں جدید ٹیکنالوجی اور جدید سائنسی مضامین کی تعلیم فراہم کر کے معاشی اور معاشرتی ترقی کی راہیں ہموار بھی کیں ہیں۔ذیل میں سید مناظر احسن گیلانیؒ کا تعارف اور برصغیر کےنظام تعلیم وتربیت کے بارے میں ان کے افکار کو بیان کیاجارہا ہے۔

سید مناظر احسن گیلانیؒ کا تعارف:

سیدمناظراحسن ۹ ربیع الاول ۱۳۱۰ھ/یکم اکتوربر ۱۸۹۲ء کو اپنی ننھیال ''استھانواں'' میں پیدا ہوئے۔ (۱۸)

مولانا گیلانی کا نسب نامہ جو معلوم ہوسکا وہ یہ ہے:

مناظراحسن ولد حافظ ابو الخیر ولد محمد احسن ولد میر شجاعت علی ولد میر شفاعت علی۔(۱۹)

Global Journal of Management, Social Sciences and Humanities
Vol 3 (3) July-Sept, 2017 pp.136-152.
ISSN 2520-7113 (Print) ISSN 2520-7121 (Online)
www.gjmsweb.com. editor@gjmsweb.com

ان کی تعلیم و تربیت میں ان کے والد ماجد حافظ ابو الخیر سے زیادہ چچا سید ابو نصر کا حصہ ہے ۔ انہوں نے سید مناظراحسن کیلئے دینی تعلیم کا میدان منتخب کیا۔ خود تعلیم دی اور اردو ، فارسی کی ابتدائی کتابیں پڑھانے کے بعد ٹونک بھیجا، وہاں مولانا سید برکات احمد ٹونکی کے درس کی شہرت تھی۔ اس وقت مولانا سید مناظر احسن گیلانی کی عمر تیرہ چودہ سال کے لگ بھگ تھی۔ (۲۰)

مزید علم کی پیاس بجھانے کے لیے آپ نےدارالعلوم دیوبند میں داخلہ لینے کا فیصلہ کیا ۔مولانا گیلانیؒ لکھتے ہیں:

اپنے بزرگو ں کو دل کے اس فیصلے سے مطلع کیا، فیصلہ یہی تھا کہ دار العلوم دیوبند پہنچ کر حضرت مولانا محمود حسنؒ سے حدیث پڑھنا چاہتا ہوں ردو قدح کا سلسلہ جاری تھا کہ بعض مبشرات اور رویائے صالحہ نے میرے تعلیمی سرپرست عم مغفور و مرحوم مولوی حکیم سید ابو النصر کے قلب کوبھی اس فیصلہ کے لیے راضی کردیا اور طے ہوگیا کہ رمضان بعد بجائے ٹونک خاکسار دار العلوم دیوبند ہی کا احرام باندھے گا۔‘‘(۲۱)

شادی اور اولاد:

مولانا کی شادی تعلیم سے فراغت کے بعد داروغہ نظیر کی صاحب زادی سے ہوئی تھی۔ ایک بیٹا اور ایک بیٹی اپنے پیچھے یاد گار چھوڑی ۔صاحبزادے کا نام سید محی الدین تھا۔ آزادی کے بعد پاکستان آگئے تھے پنجاب کی صوبائی انتظامیہ سے متعلق اور گوجرانوالہ میں کمشنر تھے۔۱۹۷۰ء میں گوجرانوالہ ہی میں انتقال ہوا۔ لاہور میں آسودہ خواب ابدی ہیں بیٹی ان کے منجھلے بھائی مکارم احسن کے صاحبزادے سے بیاہی گئی تھیں۔وہ ہندوستان میں رہیں۔(۲۲)

تصنیفی خدمات :

ذیل میں مولانا کی ان تصنیفات کا ذکر کیا جارہا ہے جو کتاب کی صورت میں شائع ہو چکی ہیں۔

(۱)**سیرت**النبی الخاتمﷺ،ظہور نور یا نیا میلاد نامہ

(۲) **تزکار و سوانح** ابوذر غفاری،امام ابو حنیفہ کی سیاسی زندگی، مجدد الف ثانی، تزکرہ شاہ ولی اللہ، سوانح قاسمی (سہ جلد) سیرت بانی دارالعلوم ، بابا رتن ہندی۔

(۳) **تفسیر اور حدیث وفقہ:** تدوین قرآن،تذکیر بسورۃ الکہف، تدوین حدیث، مقدمہ، تدوین فقہ۔

(۴) **دین اور اخلاق و تصوف:** الدین القیم، مقالات احسانی، مسلمانوں کی فرقہ بندیوں کا افسانہ، کائنات روحانی،

(۵) **تعلیم:** مسلمانوں کا نظام تعلیم و تربیت، میرا مجوزہ تعلیمی خاکہ

(٦) **علوم و افکار اسلامی:** اسلامی معاشیات، اسلام اور نظام جاگیر داری و زمینداری۔

Global Journal of Management, Social Sciences and Humanities
Vol 3 (3) July-Sept, 2017 pp.136-152.
ISSN 2520-7113 (Print) ISSN 2520-7121 (Online)
www.gjmsweb.com. editor@gjmsweb.com

(۷) خود نوشت: اھاطہ دار العلوم میں بیتے ہوئے دن۔

(۸)خطوط: مکاتیب گیلانی مرتبہ مولانا منت اللہ رحمانی، ۱۹۷۲ء، مونگیر (بہار)

(۹) دیگر: ہزار سال پلے، مضامین گیلانی، افادات گیلانی (الفرقان، کا خاص نمبر)

(۱۰) تراجم: صدر الدین شیرازی کی مشہور کتاب ''اسفار اربعہ'' کا ترجمہ اس ترجمے کے صفحات کی تعداد ۱۷۵۷ ہے ۔ مولانا اس کے شریک مترجم ہیں ۔ پورا ترجمہ ان کی کاوش کا نتیجہ نہیں۔ دار الترجمہ حیدر آباد سے شائع ہوا ہے۔ مولانا نے شاہ اسماعیل شہید کی تصنیف''عبقات'' کا اردو ترجمہ بھی کیا تھا جو حیدر آباد اور لاہور سے چھپ چکا ہے۔

وفات:

۵جون1956ء بمطابق ۲۵ شوال ۱۳۷۵ھ بوقت سات بجے صبح داعی اجل کو لبیک کہا اور رفیق اعلی سے جاملے ۔ بعد نماز ظہر نماز جنازہ ادا کی گئی جس میں آس پاس کے تمام مسلمانوں نے شرکت کی۔ نماز جنازہ اس علاقے کے ممتاز عالم دین حضرت مولانا سید فصیح احمد استھانوی نے پڑھائی اور اپنے آبائی قبرستان میں سپرد خاک کردیے گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔(۲۳)

سید منا ظراحسن گیلانیؒ کے تعلیم وتربیت کے بارے میں افکار:

برصغیر کےمسلمانوں کی تعلیمی مشکلات :

سیدمناظراحسن گیلانیؒ نےبرصغیر کےمسلمانوں کی تعلیمی نظام سے متعلق مشکلات کے بارے میں بہت سی تجاویز پیش کیں جن پر عمل درآمد کرکے مسلمانان ہند کی تعلیمی مشکلات کو حل کیا جاسکتا ہے اور ان تجاویز کا خلاصہ جو خاکسار نے بیان کیا ہے وہ یہ ہے کہ مسلمانوں میں تعلیم کا مستقل نظام سکولوں اور کالجوں کی صورت میں جوحکومت مسلطہ نے جاری کررکھا ہے اس نظام تعلیم کے دوہرے معیار کو ختم کرکے صرف ایک ہی نظام کو قبو ل کر لیا جائے اسی لیے خاکسار نے اپنی تعلیمی تجویز کا نام ''نظریہ وحدت نظام تعلیم'' رکھا ہے۔(۲۴)

مولانا گیلانیؒ بیان کرتے ہیں کہ حکومت مسلّطہ سے پہلے برصغیر کا جو تعلیمی نظام قائم تھا عام طور پر اسے درس نظامیہ کے نام سے شہرت حاصل تھی۔ اس تعلیمی نظام کے بارے میں جو لوگوں نے یہ رائے قائم کی ہوئی ہے کہ یہ صرف مسلمانوں کا دینی تعلیم کا نظام تھا۔ یہ خیال صحیح نہیں ہے۔ درحقیقت اس نصاب تعلیم میں اس عہد کی دفتری زبان فارسی کی نظم و نثر اور انشاء وغرہ کی بیسیوں کتابوں کے ساتھ ساتھ حساب اور خطاطی وغیرہ کی مشق کرانے کے بعد اعلی تعلیم عربی زبان کی کتابوں کے ذریعے دی جاتی تھی اس تعلیمی نصاب کی مکمل مدت ابتداء سے آخر تک پندرہ سولہ سال سے کم نہ تھی اور

Global Journal of Management, Social Sciences and Humanities
Vol 3 (3) July-Sept, 2017 pp.136-152.
ISSN 2520-7113 (Print) ISSN 2520-7121 (Online)
www.gjmsweb.com. editor@gjmsweb.com

اس پوری مدت تعلیم میں درس نظامیہ سے فارغ ہونے والےعلماء صحیح معنوں میں خالص دینیات کی کل تین کتابیں پڑھا کرتے تھے۔

(1)قرآن کے متعلق جلالین (جو عربی زبان میں قرآن کا ترجمہ اور مختصر حل ہے۔)

(2)حدیث کے متعلق مشکوۃ۔

(3) فقہ کے سلسلے میں دو کتابوں کو لیا جاتا تھا یعنی شرح وقایہ اور ہدایہ ۔

لہذا مسلمانان ہند کوئی بھی ایسا نظام تعلیم قبول نہی کرسکتے جو انہیں ان کے دین اسلام سے دور کردے یہی وجہ تھی کہ خاکسار نے مسلمانان ہند کے لیے جو تعلیمی نظام تجویز کیا اسے'' نظامیہ وحدت نظام تعلیم'' کا نام دیا جس میں انہوں نے دینی اور دنیاوی تعلیم کو یکجا کردیا۔ اور تجویز پیش کرتے ہیں کہ حکومت مسلطہ سے درخواست کی جائے کہ جیسے پہلے دین کا عنصر ہر زمانہ مین ایک لازمی اور ضروری مضمون کی حیثیت رکھتا تھا اب بھی وہ اپنے متعین کردہ نظام تعلیم کے نصاب میں اس دین اسلام کے عنصر کو لازم کردیں اور طلبہ ان سکولوں اور کالجوں سے ایسے دین کا علم لے کر نکلے جیسا کہ درس نظامیہ سے فارغ ہونے والے طلبہ دین کا علم اپنے پاس رکھتے تھے۔ اسی طرح بی۔ اے کی تعلیم سے فارغ ہونے والے طلبہ بھی ان کالجوں سے مذہب کے عالم بن کر نکلے ۔ اس طرح جب سکولوں اور کالجوں میں انگریزی تعلیم اور عصر جدید کے مقبول علوم کے ساتھ دین اسلام کی بھی مکمل تعلیم دی جائے گی تو ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں پھر دینیات کے مدارس کے نام سے الگ عام مدرسوں کے قائم کرنے کی ضرورت باقی نہ رہے گی۔ پھر ہر عالم اس وقت گریجویٹ ہوگا اور ہر گریجویٹ شخص عالم بھی ہوگا۔ ملا ہی مسٹر ہونگے اور مسٹر ہی ملا، عالم و تعلیم یافتہ کی تفریق کا قصہ ختم ہو جائے گا۔(۲۵)

قدیم اور جدید مدارس:

مولانامناظر احسن گیلانیؒ بیان کرتے ہیں کہ میرے خیال میں یہ غلط بیانی اور شاید دوسروں کو دھوکہ دینا ہو گا کہ مدارس کے لفظ کو پا کر کوئی یہ دعویٰ کرے کہ اسلامی عہد میں بھی ان مدارس کی نوعیت وہی تھی جو آج سکولوں ، مدارس اور کالجوں کی ہے، جن کے لیے الگ الگ چھوٹی بڑی عمارتیں بنائی جاتی تھی، میل دو میل کے رقبے گھیرے جاتے تھے اور ان عمارتوں پر کروڑوں روپے خرچ کیے جاتے تھے مختلف درجوں کی کتابیں پڑھانے کے لیے تنخواہ دار مدرسین ملازم رکھے جاتے تھے۔ علاوہ ازیں تدریس ہی نہیں بلکہ امتحانی نظام، امتحان کے سوالات، امتحانات کی نگرانی کے لیے عملہ جوابی کاپیوں کی جانچ، سوالی پرچوں کے تبصرے اور تصحیح ، الغرض جو قدم بھی اٹھایا جاتا تھا روپیہ کے ساتھ اٹھایا جاتا تھا یہی وجہ تھی کہ سالانہ حکومت تعلیم کے اوپر کروڑوں ، اربوں روپے

Global Journal of Management, Social Sciences and Humanities
Vol 3 (3) July-Sept, 2017 pp.136-152.
ISSN 2520-7113 (Print) ISSN 2520-7121 (Online)
www.gjmsweb.com. editor@gjmsweb.com

خرچ کرتی ہے لیکن قدیم درس کے طریقے میں بحث و تحقیق ، مطالعہ، اعادہ یا تکرار ، زمانہ طالب علمی میں طلبہ کا اپنے سے نچلی جماعتوں کے طلبہ کو پڑھانا اور اساتذہ کا ہفتے میں دو بار طلبہ کا سبق سن کر امتحان لیتے رہنا جیسی خصوصیات اس قدیم نظام تعلیم کو جدید نظام تعلیم سے ممتاز کرتی ہیں ۔ (۲۶)

جماعت بندی:

مولانا مناظر احسن گیلانیؒ بیان کرتے ہیں:

''قدیم نظام تعلیم پر جو اعتراضات اس زمانے میں کیے جاتے ہیں ان میں ایک نمایاں اعتراض یہ بھی ہے کہ جماعت بندی کا جو طریقہ آجکل کے سکولوں ،کالجوں اور یونورسٹیوں میں رائج ہے یہ طریقہ قدیم نظام تعلیم میں نہیں تھا اس میں شک نہیں کہ ایک حد تک یہ اعتراض صحیح ہے اتنی سخت قطاربندی جس کی پابندی آج کل تعلیم گاہوں میں کی جاتی ہے طلبہ کے لائنوں میں بیٹھنے کی اتنی سختی ہے کہ اگر کوئی طالب علم صف سے الگ ہو کر کچھ پڑھنا بھی چاہے تو نہیں پڑھ سکتا بلکہ پڑھنے اور سیکھنے کے لیے ضروری ہے کہ طالب علم ان علمی صفوف میں سے کسی صف میں اپنے آپ کو شریک کرلے۔ قدیم نظام تعلیم میں جماعت بندی کی اتنی سختی نہیں تھی۔ طلبہ جماعت میں آزادی سے تعلیم حاصل کرتے تھے۔ طلبہ جماعت میں جہاں جگہ ملتی بیٹھ جاتے تھے اور علم کی پیاس بجھاتے تھے۔ میں مانتا ہوں کہ جماعت میں سخت صف بندی کا رواج قدیم نظام تعلیم میں نہ تھا لیکن سوال یہ ہے کہ اس فوجی صف بندی کے اصولوں کی تعلیم گاہوں میں داخل کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔جہاں تک خاکسار سمجھتا ہے طلبہ پر جماعت میں صف بنانے کے معاملے میں سختی نہ کی جائے بلکہ ہر پڑھنے والے کو آزادی دی جائے کہ جس کتاب کو جس وقت چاہے ،مطالعہ کرے۔چونکہ سکولوں اور کالجوں میں تنخواہ دار اساتذہ بھرتی کیے جاتے ہیں ان کی تعداد محدود ہوتی ہے اور ہر استاد ایک مخصوص کتاب پڑھانے تک محدود ہوتا ہے ہر استاد سے چند صفوف اور جماعتوں کا تعلق ہوتا ہےجسے جو کچھ بھی پڑھنا ہے ان ہی صفوف میں گھس کر پڑھنا ہے ۔ انفرادی طور پر ہر طالب علم کے لیے بلکہ طلبہ کی چھوٹی چھوٹی جماعتوں کے لیے کون انتظام کرسکتا ہے لہذا زمانہ قدیم کے نظام تعلیم کی طرح جماعت کے اندر ہر پڑھنے والے کو ہر کتاب کے پڑھنے کی آزادی دینا آج کے زمانے میں مشکل ہی نہیں بلکہ نا ممکن ہے ۔''(۲۷)

ایک ہی کتاب کو متعدد مقامات سے پڑھنے کی آزادی:

اس ضمن میں مولانا مناظر احسن گیلانیؒ بیان کرتے ہیں:

''موجودہ زمانے میں تو کمرہ جماعت کی تعلیم قید و بند کاشکار ہے جو سبق جماعت میں پڑھایا جاتا ہے کمرہ جماعت میں موجود طلبہ کی ایک بڑی تعداد کو اسے یاد کرنا ہوتا ہے کمزور طلبہ اور ذہین طلبہ

Global Journal of Management, Social Sciences and Humanities
Vol 3 (3) July-Sept, 2017 pp.136-152.
ISSN 2520-7113 (Print) ISSN 2520-7121 (Online)
www.gjmsweb.com. editor@gjmsweb.com

سب ایک ہی جماعت میں ایک ہی سبق کو جو استاد پڑھاتا ہے پڑھنے کے پابند ہوتے ہیں جبکہ قدیم نظام تعلیم میں علم و تعلیم جماعت کی قید و بند سے آزاد تھا طلبہ کو اس بات کا موقع دیا جاتا تھا کہ چاہیں تو ایک ہی کتاب کو دو جگہ سے شروع کردیں اور اپنی ذہنی استعداد کے مطابق کتاب کو جتنی جلدی ہوسکے ختم کرلیں اور اسی طرح کمزور طلبہ کو بھی ان کے ذہن کے مطابق پڑھنے کی آزادی تھی انہیں ذہین طلبہ کے ساتھ ساتھ چلنے پر مجبور نہیں کیا جاتا تھا قدیم نظام تعلیم میں استاد کو طلبہ کی اصلاح کا پورا موقع ملتا تھا۔ کیونکہ طلبہ کی کمرہ جماعت میں تعداد کم ہوتی تھی اس لیے ایک ہی کتاب کو دو جگہ سے شروع کرنے میں کوئی تعجب نہیں ہونا چاہیے۔''(۲۸)

تدریسِ اسباق اور امتحانی نظام:

مولانا مناظراحسن گیلانیؒ بیان کرتے ہیں قدیم طریقہ تعلیم میں بچوں کو مدارس میں جو کچھ پڑھا یاجاتا تھا روزانہ استاد بچوں سے پڑھی ہوئی چیزوں کو دوبادہ سنتاتھا اور جوں جوں بچے تعلیم میں آگے بڑھتے جاتے تھے بچوں سے روزانہ کی بجائے ہفتہ میں دوبار سبق سنا جاتا تھا جیسے جیسے بچے میں پختگی آتی تھی تو بچے سے سبق ہفتے میں صرف ایک دن سنا جاتا تھا اور یہ دن عموما تعطیل سے ایک دن پہلے کا دن ہوتا یعنی جمعہ کی چھٹی ہوتی تھی اور جمعرات والے دن یہ سبق سنا جاتا تھا اس طرح سے سبق سننے کا فائدہ یہ تھا کہ بچے روزانہ جو سبق پڑھتے تھے وہ یاد ہو جاتا تھا اوراس میں مزید پختگی آجاتی تھی اور استادوں کو بھی اس بات کا اندازہ ہو جا تا تھا کہ بچے نے پورے ہفتے میں جو اسباق اور علم حاصل کیا ہے وہ اس میں کس حد تک کامیاب ہوے ہیں اور ان کی تدریس کا طر یقہ اور ان کو پڑھانے کا اندازکس حد تک کامیاب ہے۔ مولانا گیلانیؒ طلبہ کی اس طرح سے تعلیمی قابلیت چیک کرنے کو امتحان ہی کی ایک صورت قرار دیتے ہیں ۔(۲۹)

اعادہ یا تکرار:

مولانامناظر احسن گیلانیؒ مطالعہ اور مباحثہ کے علاوہ جو قدیم درس کی خصوصیت بیان کرتے ہیں، اسے اعادہ کا نام دیتے ہیں۔ اساتذہ دوران درس جہاں طلبہ سے مختلف سوال پوچھتے تھے وہاں طلبہ کو پڑھایا ہوا سبق بار بار دہرانے کا کہتے تھے تا کہ طلبہ کو سبق اچھے طریقے سے یاد ہو جائے ۔بعض اوقات استاد کلاس میں موجود تمام طلبہ کو باری باری سبق دہرانے کا کہتے تھے جس سے تمام طلبہ کو سبق یاد ہو جاتا تھا کیونکہ تمام طلبہ انہماک اور توجہ کے ساتھ سبق سنتے تھے۔ ابتداء میں قدیم درس کی اس خصوصیت کو اعادہ جبکہ اب اسے تکرار کا نام دیا گیا ہے۔ درس و تدریس میں تکرار کے لیے استاد کسی علمی قابلیت رکھنے والے اور دوسرے سے زیادہ ذہین طالب علم کو حکم دیتا تھا کہ وہ

Global Journal of Management, Social Sciences and Humanities
Vol 3 (3) July-Sept, 2017 pp.136-152.
ISSN 2520-7113 (Print) ISSN 2520-7121 (Online)
www.gjmsweb.com. editor@gjmsweb.com

باقی طلبہ کو سبق یاد کروائے اور بار بار سبق کو دہرائے۔ مولانا شبلی نعمانی اپنی کتاب الغزالی میں درس قدیم کے اس طریقہ عمل کی تشریح ان الفاظ میں کرتے ہیں:

''اس زمانہ میں نامور علماء کے ہاں معمول تھا کہ جب وہ درس دے چکتے تھے تو شاگردوں میں سے جو سب سے زیادہ لائق ہوتا تھا وہ باقی طالب علموں کو دوبارہ درس دیتا تھا اور استاد کے بتائے ہوئے مضامین کو اچھی طرح ذہن نشین کراتا تھا۔ یہ منصب جس کو حاصل ہوتا تھا اس کو معید کہتے تھے۔''(۳۰)

خلاصہ:

ہم نے تفصیل کے ساتھ سید مناظر احسن گیالانی کے افکار کے تناظر میں مسلمانوں کے نظام تعلیم و تربیت پر مغربی نظام تعلیم کے اثرات کا جائزہ میں لیا ہے اور غالب اکثریت سے یہ رائے سامنے آئی ہے کہ مغربی نظام تعلیم ہمارے ملی تقاضوں کو پورانہیں کرتا۔ بلکہ نہ صرف نوجوان نسل کو دنیاوی علوم میں کچھ فائدہ نہیں دیا اور ان کا بلامقصد عموماً وقت کا ضیاع کیا ہے۔ دینی لحاظ سےبھی نسل نو کو بانجھ کر کے رکھ دیا ہے نہ اُن میں اخلاق حسنہ ہیں نہ مذہبی اقدار ہیں نہ اسلاف کی روایات ہیں نہ سیرت و کردار ہے۔ بس خالی تصنع اور بناوٹ ہے۔ اندرسے معاملہ خالی ہے اگرچہ کچھ مثبت پہلو بھی سامنے آئے ہیں جن میں سائنسی علوم میں مہارت اور ادراک کسی درجہ میں بلاشبہ قابل قدر ہے۔ لیکن اُن کا وزن منفی اثرات کا مقابلے میں بہت کم ہے اور اگر یوں کہاجائے کہ نہ ہونے کے برابر ہے تو اس میں بھی کوئی مبالغہ نہیں ہو گا۔ مذکورہ بالا حقیقت کے باوجود حیرت تو اس بات کی ہے کہ آزادی کے پہلے دن سے لے کر آج تک قوم اپنے وسائل کا ایک خاصہ بڑا حصہ اس نظام کی آبیاری پرخرچ کر رہی ہے جس کا واضح ثبوت پانچ سالہ منصوبے میں پیش کیا جاتا ہے۔ ان گنت سکول ، کالج، یونیورسٹیاں اس نظام کے تحت چل رہے ہیں۔ اور ایک بڑی کھیپ ان تعلیمی اداروں سے فارغ ہو رہی ہےلیکن اس ساری قربانی اور تگ و دو کا حاصل کیا ہے؟ خالی ڈگریاں اور سرٹیفیکیٹ ہاتھوں میں ہیں علم اور سیرت و کردار نام کی کوئی چیز نہیں ہے۔ بس ایک طوفان بدتمیزی ہے جونئی نسل کی صورت میں قوم کی طرف بڑھ رہا ہے۔ الا ماشا اللہ۔ اتنی بڑی بڑی یونیورسٹیاں ، اتنے بڑے بڑے تعلیمی ادارے ، رنگا رنگ کے سرکاری اور غیر سرکاری ادارے قوم کو کیا دے رہے ہیں؟ اور قوم ہے کہ ان کے سامنے بے بس نظر آرہی ہے۔ سب کچھ دیکھتے ہوئے ان اداروں پر اپنا سب کچھ قربان کرنے کے لیے تیار ہے پڑھے لکھے سب پریشان ہیں سوائے چند ایک خوش قسمت لوگوں کےجو سات سمندرپار کر کے اپنی منزل کو پا لیتے ہیں۔ اور قوم پر مسلط ہو جاتے ہیں اور قوم کاجینا دوبھر کردیتے ہیں ان کے مقابلے میں دینی مدارس ہیں جن پر قوم برائے نام خرچ کرتی ہے یانہیں بھی کرتی تو وہ غیور لوگ قوم سے کچھ مانگتےنہیں ہیں۔ بس اپنے ذرائع

Global Journal of Management, Social Sciences and Humanities
Vol 3 (3) July-Sept, 2017 pp.136-152.
ISSN 2520-7113 (Print) ISSN 2520-7121 (Online)
www.gjmsweb.com. editor@gjmsweb.com

خودپیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ روکھی سوکھی کھا کر، چٹائیوں پر بیٹھ کر، حجروں میں رہ کر، اور ہرقسم کی سختیاں سہہ کر اور صعوبتیں برداشت کرکے ، قال اللہ تعالیٰ ، قال قال رسول اللہﷺ کے نعرہ مستانہ لگاتے رہتے ہیں اور اپنی منزل کی طرف بڑھتے رہتے ہیں۔ اورایک قابل قدر قوم تیار کررہے ہیں۔ جو اگرچہ ہماری سرکاری مشینری کے تو اچھے کل پرزے ثابت نہیں ہو سکتے۔ ان کی تربیت اس نہج پرنہیں ہے لیکن ایک بہترین قوم ہیں۔ جن کے پاس ثقہ علوم ہیں۔ اچھے اخلاق ہیں غیور ہیں ، بہادر ہیں ، ملی غیرت و حمیت کے پاسبان ہیں ، ملت کی روایات کے امین ہیں۔ مودب ہیں ، شائستہ ہیں ، قانع ہیں ، زاہد و عابد ہیں ، دن کے شہسوار ہیں اور شب کے زندہ دار ہیں۔ شخصی کمزوریاں اور انسانی کمزوریاں ہر جگہ موجود ہیں۔ لیکن یہ انسانوں کی دنیا ہے فرشتوں کی نہیں ہے۔ اور ان تعلیمی اداروں میں بھی اصلاح کی بہت گنجائش موجود ہے جس کا مطالبہ دور حاضر کے تقاضے کر رہے ہیں کیونکہ تقاضے وقت کے ساتھ ساتھ بدلتے رہتے ہیں۔ ہرحال میں اس وقت "مسلمانوں کے نظام تعلیم و تربیت پر مغربی نظام تعلیم نے جو منفی اثرات ڈالے ہیں ان کے زائل کرنے کے لیے اور اصلاح احوال کے لیے فوری موجودہ نظام تعلیم میں نظرثانی کی ضرورت ہے۔

حوالہ جات

۱۔سعید احمد رفیق،پروفیسر،مسلمانوں کانظام تعلیم (اکیڈمی آف ایجوکیشنل ریسرچ کراچی،۱۹۵۶ء) ص:۱۵۔

۲.ایضاً۔

۳۔ ایضاً۔

۴۔ سعید اختر ،پروفیسر ،ہمارا نظامِ تعلیم(البدر پبلیکیشنز لاہور،)ص۷۹۔

۵ ۔ نظامی ،خلیق ا حمد ،حیاتِ شیخ عبدالحق محدث دہلوی(دائرۃ المعارف اسلامی تہران، ۱۹۲۵ء) ص: ۲۹۵۔

٦۔ زبیری ،محمدحسین ، مقدمہ تاریخ تعلیم و تربیت اسلامیہ (ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور، طبع دوم ۱۹۸۹ء) ص:۲۳۔

۷ ۔ شہابی ،انتظام اللہ ،اسلامی نظامِ تعلیم کا چودہ صد سالہ مرقع(جناح اکیڈمی کراچی، ۱۹۶۲ء)ص:۵۶۹۔

۸۔ ندوی ،ابو الحسنا ت ،ہندو ستان کی قدیم اسلامی درس گاہیں(وکیل بک ڈپو لاہور، ۱۹۴۱ء)ص: ۱۰۱۔

۹۔ انتظام اللہ شہابی ،مفتی ،اسلامی نظامِ تعلیم کا صد سالہ مرقع،ص:۵۳۵۔

۱۰۔ پانی پتی اسماعیل، مقالات سرسید(مجلس ترقئ ادب لاہور، ۱۹۷۳ء) ص: ۳۸، ۳۹۔

۱۱۔ مودودی، ابو الاعلی، سید، تعلیمات(اسلامک پبلکیشنز لاہور) ص: ۵۹، ٦۰۔

Global Journal of Management, Social Sciences and Humanities
Vol 3 (3) July-Sept, 2017 pp.136-152.
ISSN 2520-7113 (Print) ISSN 2520-7121 (Online)
www.gjmsweb.com. editor@gjmsweb.com

۱۲۔ ایضاً،اسلامی نظام تعلیم(اسلامک پبلکیشنز لاہور، ۱۹۷۰ء) ص: ۱۱۔
۱۳۔ سید محمد سلیم، پروفیسر، مسلمان اور مغربی تعلیم(پاک وہند میں) (ادارہ تعلیم و تحقیق، تنظیم اساتذہ پاکستان) ص: ۳۳۲۔
۱۴۔ شبلی مولانا، مقالات شبلی(قومی پریس لاہور، ۱۸۸۷ء)ص: ۱۵۶۔
۱۵۔ سید محمد سلیم، پروفیسر، مسلمان اور مغربی تعلیم(پاک وہند میں) ص: ۳۳۱۔
۱۶۔ندوی، سلیمان، سید، نقوش سلیمانی(اردو اکیڈمی سندھ، ۱۹۶۷ء) ص :۱۹۹۔
۱۷۔ کارل مارکس، داس کیپیٹل(دار الشعور پبلیکیشنز لاہور)ص: ۳۴۰۔
۱۸۔ مولانا مناظر احسن گیلانی، مقالات گیلانیؒ(شیخ زاید اسلامک سنٹر جامعہ پنجاب ،لاہور، ۲۰۰۴ء)ص:۳۔
۱۹۔ مظفر گیلانی، مولانا مناظر احسن گیلانی،حیات اور شخصیت ،مولانا مناظراحسن گیلانی عالم بے بدل (سنگ میل پبلی کیشنز ۲۰۰۹ء)ص ۹۲۔
۲۰۔ ایضاً۔
۲۱۔ رسالہ دار العلوم دیوبند(ذی الحجہ ۱۳۷۰ھ) ص : ۴۴۔
۲۲۔ ابو سلمان شاہجہاں پوری، ڈاکٹر، مولانا سید مناظر احسن گیلانیؒ، شخصیت اور سوانح(خدا بخش اور ینٹل لائبریری پٹنہ، ۲۰۰۲ء) ص : ۱۳۔
۲۳۔ مفتی محمد ظفیر الدین مفتاحی، مولانا، حیات مولانا گیلانی(کراچی مجلس نشریات اسلام،۱۹۹۳ء)ص ۳۰۲۔
۲۴۔ گیلانی، مناظر احسن، مولانا، مقالات گیلانی (شیخ زاید اسلامک سنٹر لاہور، ۲۰۰۴ء،ص: ۱۹۸۔۱۹۹۔
۲۵۔ گیلانی، مناظر احسن، مقالات گیلانی ،ص: ۲۰۱۔
۲۶۔ گیلانی، مناظر احسن، مولانا، پاک و ہند میں مسلمانوں کا نظامِ تعلیم و تربیت (مکتبہ رحمانیہ لاہور، س۔ن)ص: ۲۱۵۔
۲۷۔ ایضاً، ص:۲۷۱۔
۲۸۔گیلانی، مناظر احسن، مولانا، پاک و ہند میں مسلمانوں کا نظامِ تعلیم و تربیت (مکتبہ رحمانیہ لاہور، س۔ن)،ص: ۲۷۳۔
۲۹۔ ایضاً، ص: ۲۰۲۔
۳۰۔ شبلی نعمانی،مولانا،الغزالی(رحمانی پریس دہلی، ۱۹۲۵ء)ص:۱۲۔